وہ بات لکھی ہے جو امام حسن البنا اور ان کے ساتھیوں کے مسئلہ فلسطین کے ساتھ والہانہ وابستگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ کہتے ہیں: اخوان المسلمون کی ترجیحات میں مسئلہ فلسطین کو نہایت بلند مقام حاصل تھا کیونکہ القدس مسلمانوں کے لیے قبلۂ اول اور حرم ثالث کا درجہ رکھتا ہے اور یہ عرب ممالک کا مرکزی مقام ہے۔ اس کے ضائع ہونے سے اسلامی ممالک ایک دوسرے سے کٹ جاتے ہیں۔ اگر یہودی اس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئے تو یہ شرپسند عناصر کا ایک خطرناک مرکز اور آگ سے بھرا ہوا ایک آتش فشاں ہوگا، جس سے ہمیشہ کے لیے عرب ممالک کے امن و امان کو خطرات لاحق ہوں گے۔ اسی لیے فلسطین کے بارے میں جب برطانوی حکومت کے ارادے واضح ہوئے تو اخوان المسلمون نے پے در پے کئی عوامی کانفرنسیں منعقد کیں۔ انھوں نے عوام اور حکومت کو اس خطرے کی حقیقت سے آگاہ کیا، جو ان کے قومی ڈھانچے اور ان کے مستقبل کو چیلنج کر رہا تھا۔ وہ اپنی مسلسل کوشش کے نتیجے میں پورے عالم اسلام کو اس مسئلے کا فریق بنانے میں کامیاب ہوئے' اور اب یہ مسئلہ صرف فلسطین یا صرف عربوں کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ پورے عالم اسلام کا مسئلہ بن گیا۔ (ایضاً، ص ۴۵)

فلسطین کے حالات جب دگرگوں ہوئے تو انھیں مال، اسلحہ اور جو کچھ بھی ملا، انھوں نے اسے لے کر مجاہدین کی مدد کو پہنچنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ ۱۹۳۶ء میں اخوان المسلمون کے کچھ نوجوان فلسطین کی حدود میں گھس جانے میں کامیاب ہوئے اور حریت پسندوں کے ساتھ مل کر جہاد کا آغاز کیا۔ خاص طور پر شمالی علاقوں میں جہاں انھوں نے عظیم عرب مجاہد شیخ عزالدین القسام کی رفاقت میں جہاد جاری رکھا۔ دوسری عالمی جنگ کے اختتام پر اخوان المسلمون نے اس مسئلے کے حل کے لیے سفارتی اور عوامی سطح پر کام شروع کیا۔ انھوں نے اپنے نوجوانوں کے وفود عربوں کے پاس بھیجے تاکہ انھیں متحد کر کے مقابلے کے لیے تیار کریں۔ بعض اخوان نے خفیہ طور پر فلسطینی نوجوانوں کو جہادی تربیت دینے کا ذمہ لیا اور اس میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی۔ یہاں تک کہ اب ان کی وادیاں اور خود ان کے گھر مراکز قیادت اور تربیتی مرکز بن گئے۔

امام حسن البنا اور ان کے اخوانی شاگردوں کا مسئلہ فلسطین کے ساتھ تعلق مفصل جائزے کا متقاضی ہے۔ اسی طرح فلسطین میں اخوان المسلمون کا بہہ جانے والا خون اور بے شمار اخوانیوں کی شہادت بھی بڑی تفصیل چاہتے ہیں۔ پھر اہل فلسطین کی مدد کی وجہ سے انھیں اپنے ممالک میں جن

حالات سے دوچار ہونا پڑا وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ مصر میں ان کی جماعت پر پابندی لگانے کی سازش ہوئی، تحریک کے نمایاں افراد کو جیلوں میں ڈال دیا گیا، اس کے تمام مراکز کو سیل کر دیا گیا۔ جماعت کی تمام دستاویزات، مجلات اور مطبوعات کے علاوہ نقد سرمایے اور سارے املاک کو ضبط کرلیا گیا۔ اس سازش کی بنیاد وہ فوجی احکامات تھے جو ۸ دسمبر ۱۹۴۸ء کو حکومت مصر کی طرف سے جاری کیے گئے۔ (الامام الشھید، ص ۲۶۸)

ایک طرف یہ سازشیں تھیں اور دوسری طرف اخوان المسلمون کے مجاہد فلسطین پر غاصبانہ قبضہ کرنے والوں کے مقابلے میں روشن تاریخ رقم کر رہے تھے، جب کہ عرب ممالک کی باقاعدہ افواج شکست پر شکست کھا رہی تھیں۔ اس خیانت بھری فضا اور مصر میں جماعت کو ختم کرنے کے اقدامات کے درمیان امام حسن البنا نے مجاہدین فلسطین کے نام اپنا تاریخی پیغام بھیجا۔ اس میں انھوں نے لکھا تھا: میرے بھائیو! مصر کے حالات سے آپ ہرگز پریشان نہ ہوں۔ آپ لوگوں کا کام فلسطین کو یہودیوں سے آزاد کرانا ہے، اور جب تک فلسطین میں ایک بھی یہودی موجود ہے آپ کا یہ کام اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا۔ (ایضاً، ص ۲۹۹)

جب اخوان المسلمون کو فلسطین میں غاصبوں کے مقابلے سے روک دیا گیا، کیونکہ خائن حکمرانوں کو یہی بات بھلی معلوم ہوئی، تو اخوان المسلمون کا شہرہ آفاق نعرہ پھر بھی وہاں باقی رہا، یعنی: اللّٰہ غایتنا ، الرسول زعیمنا ، القرآن دستورنا ، الجھاد سبیلنا ، الموت فی سبیل اللّٰہ اسمی امانینا، اللہ ہمارا مقصود، رسولؐ ہمارے قائد، قرآن ہمارا دستور، جہاد ہمارا راستہ اور اللہ کی راہ میں شہادت ہماری اعلیٰ ترین آرزو ہے۔ یہ نعرہ فرزندان فلسطین کے کانوں میں گونجتا رہا اور ان کے اجتماعات، جلسوں جلوسوں اور ہر قسم کے پروگرامات میں دہرایا جاتا رہا، یہاں تک کہ انھوں نے حرکۃ المقاومۃ الاسلامیہ (حماس) کی بنیاد رکھی جس نے اخوان المسلمون کے مشن کو عملی جامہ پہنانے کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ وہ مشن یہ تھا کہ اللہ کی طرف دعوت دی جائے، خواب غفلت میں پڑے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کیا جائے، فلسطین کی آزادی کے لیے جدوجہد کی جائے، اور بیت المقدس کو غاصبوں کے چنگل سے آزادی دلائی جائے۔

***

عظمت کے نقوش

محب الدین خطیب ○

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو تا قیامت قائم و دائم رکھنے کے لیے ہمیشہ اپنے نیک بندوں سے کام لیا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کا کام کرتے ہیں، انھیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ کوئی ان کی تعریف کرتا ہے یا تہذیب سے عاری اقدامات اور طرح طرح سے روڑے اٹکا کر ان کی آواز کو دبانا چاہتا ہے۔ وہ ہر حال میں یک سوئی سے اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ان بندوں میں ایک گروہ اخوان المسلمون کا ہے جو مصر کے طول و عرض میں کام کر رہے ہیں۔ انھوں نے اسماعیلیہ، محمودیہ، بحیرہ اور شبراخیت میں اخوان کے مراکز قائم کیے ہیں۔ وہ اچھے اخلاق اپنانے کی دعوت دیتے ہیں، غیر آباد مساجد کو آباد کرتے ہیں اور مسلمانوں کے مابین جھگڑوں میں صلح صفائی کرواتے ہیں۔

○ بانی و مدیر: الفتح ، قاہرہ۔ یہ مختصر نوٹ کئی حوالوں سے اہمیت کا حامل ہے۔ یہ امام حسن البنا اور ان کی جدوجہد کے بارے میں سب سے پہلا لکھا گیا مضمون ہے جو ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا تھا۔ تب ان کی جماعت کو قائم ہوئے صرف دو سال ہوئے تھے اور ابھی اس کا تعارف محدود حلقے میں تھا۔ اس کے لکھنے والے معروف صحافی محب الدین خطیب ہیں جو ۲۰ ویں صدی کے نصف اول میں اسلام کے علَم بردار رسالے الفتح کے بانی مدیر تھے اور ایک مشہور صحافی کے طور پر ملک بھر میں یکساں احترام کے حامل تھے۔ ہر حلقے میں انھیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، جب کہ امام حسن البنا ابھی مصری سوسائٹی میں غیر معروف تھے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ بعد میں شیخ محب الدین الخطیب نے امام کے ساتھ اور پھر ان کی ماتحتی میں اخوان المسلمون کے مختلف اخبارات اور جرائد میں تقریباً ۲۰ سال کام کیا۔ آپ ایک جید عالم تھے۔ انھوں نے امام کی قدر پہچانی اور ان کی قیادت میں کام کیا۔ (ادارہ) ترجمہ: سمیع الحق شیر پاؤ

نہر سویز پر واقع اسماعیلیہ شہر جنھوں نے بھی دیکھا ہے انھیں معلوم ہے کہ برطانوی فوجوں کی موجودگی کے باعث یہ شہر مکمل طور پر فرنگی شہر بن چکا ہے۔ یہاں کے مسلمان کسی ایسی راہ نما کی تلاش میں ہیں جو انھیں سیدھی راہ کی طرف لے جاسکے۔ اخوان المسلمون جس کی قیادت ہمارے مجاہد بھائی استاد حسن البنا کرتے ہیں، اس فریضے کو انجام دینے کا فیصلہ کیا ہے اور اسماعیلیہ کے مسلمانوں کی اس دیرینہ ضرورت کو پورا کیا ہے۔

لوگوں کی تعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد کے ساتھ ساتھ انھوں نے وہاں پر ایک بڑی مسجد بھی تعمیر کی ہے جس کی شہر میں اشد ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ ہمارے بھائی حسن البنا نے اس مقصد کے لیے سویس کینال کمپنی کو ۵۰۰ پاؤنڈ دینے پر آمادہ کیا، جس سے اس مسجد کی تعمیر کا کام بہترین انداز میں مکمل ہوا ہے۔

شبراخیت شہر میں اس جماعت نے حفظ قرآن کے لیے ایک مکتب کا آغاز کیا ہے اور اسے 'مکتب حرا' کا نام دیا ہے۔ یہ نام اُس غار کے نام پر رکھا گیا ہے جس میں ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم بت پرستوں سے الگ ہوکر عبادت کرتے تھے، پھر اسی غار میں قرآن کریم کی پہلی وحی نازل ہوئی۔

اخوان المسلمون نے شبراخیت میں ایک مصالحتی کمیٹی بھی تشکیل دی، جو لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانے کا کام کرتی ہے۔ ایک مسجد کمیٹی بنائی جو مساجد کی تعمیر ومرمت کے کام میں مصروف رہتی ہے۔ ایک اور کمیٹی قائم کی جس کے ذمے ہر رات کو جماعت کے مرکز اور بعض دیگر مساجد میں ہفتہ وار درس قرآن اور لیکچر کا اہتمام کرنا ہے تاکہ لوگوں کی تعلیم وتربیت اور وعظ ونصیحت کا بندوبست ہوسکے۔ اسی طرح مکتب کمیٹی بھی بنائی گئی تھی جس کا پہلا پھل 'مکتب حرا' کی شکل میں سامنے آیا، جہاں ۱۰۰ سے زائد بچے قرآن مجید حفظ کرتے ہیں اور باصلاحیت اساتذہ کی زیرنگرانی مفت تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان اساتذہ کی تنخواہیں اخوان المسلمون ادا کرتی ہے۔

شبراخیت میں اخوان کی سرگرمیوں میں ہمارے معزز بھائی اور ایک عالم باعمل شیخ حامد عسکریہ پیش پیش ہیں۔ محمودیہ (البحیرہ) میں اخوان کے کام کو ہمارے ایک مخلص بھائی استاد احمد افندی السکری نے سنبھال رکھا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے مزید توفیق اور اجر کی دعا کرتے ہیں۔

اس مضمون کے جواب میں محبّ الدین الخطیب کے نام امام حسن البنا نے ایک خط ارسال

کیا جس سے ایک مخلص داعی کا اخلاص جھلکتا ہے، جو اَن تھک محنت اور جہدِ مسلسل کے باوجود یہ محسوس کرتا ہے کہ ابھی اس نے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے دین کی دعوت کا حق ادا نہیں کیا۔ اس خط سے اخوان المسلمون کی دعوت کی خصوصیات بھی نمایاں ہوتی ہیں جس میں سب سے اہم 'عمل کو قول پر اور خدمت کو پروپیگنڈے پر ترجیح' دینا ہے۔ ذیل میں امام کے خط کا متن پیش کیا جاتا ہے:

محترم ومکرم استاد جناب محب الدین صاحب

میں آپ کو اور آپ کی اس پاکیزہ روح کو سلام پیش کرتا ہوں جو مسلسل مسلمانوں کے دلوں کو منور کرتی رہتی ہے اور ان کے لیے دین و وطن کی خدمت کا راستہ روشن کرتی ہے۔ آپ کی جہدِ مسلسل پر آپ کا دلی شکریہ۔ ہماری دعا ہے کہ لوگوں سے پہلے یہ اللہ کے ہاں شکریے کا مستحق قرار پائے۔ لوگوں سے پہلے اللہ اسے جانے، اور اللہ کے نیک بندے اس کا حق ادا کریں، کیونکہ یہ حق کی کامیابی کی نوید ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وبعد

میں نہیں چاہتا تھا کہ ہم اپنے موقر جریدے الفتح جو کہ درحقیقت اسلام کا ترجمان ہے، کے قارئین کو اخوان اور اس کی سرگرمیوں کے بارے میں بتائیں، جب کہ یہ پودا اپنی نشوونما کے بالکل ابتدائی مراحل میں ہے۔ میں خاموش رہنا چاہتا تھا تاکہ اخوان کے اثرات خود اس کے مقاصد کی نشان دہی کریں اور لوگ اسے اس کی کوششوں سے پہچانیں، اس کی آواز اس کے کام کی زبان سے سنیں۔ ہم مسلمان بہت کچھ کہہ چکے ہیں، یہاں تک کہ ہم نے عمل چھوڑ دیا اور قول تک محدود ہو کر رہ گئے۔ ہم نے سوچ ہی سوچ میں زندگی گزار دی اور کبھی اپنی سوچوں کے نفاذ کے لیے قدم نہیں اٹھایا۔ یہ شاید ہم مشرقی لوگوں کا ایک مشترکہ، تکلیف دہ مرض ہے۔ ہم اسی راستے پر چلتے چلتے تھک گئے۔

اخوان کے بارے میں اپنے موقر جریدے میں اس طرح لکھنے سے یقیناً کچھ لوگ غلط خیال کرتے ہوں گے کہ شاید ہم اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے یا اپنی ان کوششوں پر فخر جتانے کے لیے اس طرح کی فرمایشی تحریریں شائع کروا رہے ہیں، حالانکہ مسلمانوں کے اوپر عائد ذمہ داریاں ہماری اس جدوجہد سے کہیں زیادہ ہیں۔

ان دو وجوہ کی بنا پر میں اخوان المسلمون کی سرگرمیوں کے بارے میں بتانے سے گریز کر رہا تھا۔ رہی وہ باتیں جو الفتح نے میرے بارے میں لکھی ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ ابھی میں نے اپنی ذمہ داریوں کا دسواں حصہ بھی پورا کیا ہو۔

میں یہاں صراحت کے ساتھ کہتا ہوں کہ اہلِ اسماعیلیہ نے میری بہت حوصلہ افزائی کی۔ انھوں نے حق کی دعوت کو بڑی وسیع الظرفی کے ساتھ قبول کیا اور اس راستے کے داعیوں کے دست و بازو بنے۔ وہ اپنے دین سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور اس کے دفاع میں مرمٹنے کے لیے تیار ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ نیکی و تقویٰ کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں۔ درحقیقت اخوان کے مقاصد کے حصول میں بھرپور معاونت کا سہرا انھی کے سر ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی ہمارے شکریے کے مستحق ہیں جن کے علاقوں میں، ان کی بھرپور معاونت کے نتیجے میں، اخوان کے مراکز قائم ہوئے۔ اس پر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ بہرحال الفتح کے ذریعے مسلمانوں کو بشارت دینے اور انھیں بیداری اور خدمت دین کے لیے اُبھارنے اور اس کے لیے نیک نیتی پر مبنی اس مکتوب کا بہت شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ جیسے فاضل کاتب کی مساعی قبول فرمائے اور وہ قوت عطا فرمائے جس سے اسلام اور مسلمانوں کی توقعات پوری ہوں۔

والسلام

۱۹ ذیقعد ۱۳۴۹ھ حسن البنا

❊❊❊